

فقر و فاقہ اور اس کا اسلامی حل

از: یوسف القرضاوی — ترجمہ و تلخیص: عبدالحمید صدیقی

— (۷) —

زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی سزا دینا اور آخرت میں اسلام نے زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کو دنیا و آخرت میں سخت سزا کی وعید فرمائی ہے۔ آخرت کی سزا کے بارے میں ارشادِ خداوندی ملاحظہ ہو۔ سیم و زر جمع کرنے اور اس میں سے خدا کا حق (زکوٰۃ) ادا نہ کرنے والوں کو دھمکی دیتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ
لَا يَنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ
أَلِيمٍ۔ بَيَّزَ مَحَلِّي عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ
فَتَكُونُ بِهَا جِبَابُهُمْ وَحُبُوبُهُمْ وَ
ظُهُورُهُمْ۔ هَذَا مَا كُنْتُمْ لَا تُفْسِكُمْ
فَذَوْقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ۔

(توبہ: ۳۴-۳۵)

دردناک سزا کی خوش خبری دو ان لوگوں کو جو سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور انہیں خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ ایک دن آئے گا کہ اسی سونے چاندی پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی اور پھر اسی سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور پہلوؤں اور پیٹوں کو داغا جائے گا۔ یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لیے جمع کر رکھا تھا۔ اب اپنی سیدھی ہوئی دولت کا مزہ اچکھو۔

بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جسے اللہ نے مال دیا ہو اور وہ اُس کی زکوٰۃ نہ دے اُس کے لیے اس کا مال قیامت کے دن ایک گنچے سانپ کی شکل میں پیش کیا جائے گا جس کے زہر بھرے منکے ہوں گے۔ اس سانپ کو اس آدمی کے گلے کا طوق بنایا جائیگا“

پھر وہ اس کے دونوں بٹبروں کو ڈسے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں، میں تیرا اندوختہ ہوں۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

لَا يَحْسِبَنَّ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ بِمَا أَنَا لَهُمُ
اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرٌ أَلَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ
لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخُلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
دال عمران : ۱۸۰

جن لوگوں کو اللہ نے اپنے فضل سے نوازا ہے اور
پھر وہ بخل سے کام لیتے ہیں وہ اس خیال میں نہ ہیں
کہ یہ بخلی ان کے لیے اچھی ہے۔ نہیں یہ ان کے حق میں
ہنايت بُری ہے جو کچھ وہ اپنی کنجوسی سے جمع کر رہے
ہیں وہی قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق بن جائیگا۔

دیوی سزاکے متعلق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”جب بھی لوگوں نے زکوٰۃ دینی چھوڑی
اللہ تعالیٰ نے ان کو بھوک اور قحط میں مبتلا کر دیا“ ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ ”جب بھی کسی قوم نے
اپنے مالوں کی زکوٰۃ دینی سبک کی اُن پر آسمان سے بارانِ رحمت کو روک دیا گیا۔ اگر چوپائے نہ ہوں تو اُن پر
کبھی بارش نہ برساتی جاتے“ ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ ”صدقہ یا زکوٰۃ جب بھی کسی مال میں شامل ہوتا ہے
وہ اُس مال کو خراب کر دیتا ہے“ مطلب یہ ہے کہ اگر مال میں سے زکوٰۃ نہ نکالی جائے اور وہ اسی میں
شامل رہے تو یہ رکی ہوئی زکوٰۃ اس مال کو تباہ کر دیتی ہے

یہ سب کچھ تو اُس تکوینی اور تقدیری سزاکے بارے میں ہے جو کائنات اور تقدیر کے مالک کی
طرف سے ملتی ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور دنیوی سزا ہے جسے شرعی اور قانونی سزا کہتے ہیں اور جس
کا نفاذ کرنا اسلامی معاشرے میں اولوالامر کے ذمہ ہے۔ اس سزاکے ضمن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کی حدیث زکوٰۃ کے بارے میں بول پاتی ہے کہ ”جس نے اجر و ثواب کی نیت سے اسے ادا کیا اس کے
لیے اس کا اجر ہے اور جو اسے ادا نہیں کرتا ہم اُس سے زکوٰۃ بھی وصول کریں گے اور اس کا آدھا مال
بھی لے لیں گے جو ہمارے رب کی طرف سے عائد کردہ تاوان ہوگا اور جس میں سے آلِ محمد کے لیے
کوئی چیز جائز نہیں“

اس حدیث کی رو سے اولوالامر کے لیے جائز ہے کہ وہ زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے کے آدھے مال کو

بجی سرکار ضبط کر لے۔ یہ ایک قسم کی مالی سزا ہے جسے حاکم بوقت ضرورت دے سکتا ہے تاکہ وہ زکوٰۃ چوروں کو سیدھا کر سکے۔ یہ سزا کوئی لازمی اور دائمی سزا نہیں ہے بلکہ ایک طرح کی تنبیہی سزا ہے جو مسلم سوسائٹی کے اولوالامرا اور اربابِ حل و عقد کی صواب دید اور اجتہاد کے تابع ہوتی ہے جبکہ وہ زکوٰۃ نہ دینے والوں کا دماغ درست کرنے کے لیے اس کی ضرورت محسوس کریں۔ نیز اولوالامرا کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ وہ حسب مصلحت و ضرورت ایسے لوگوں کو جسمانی اور قید و بند کی سزا بھی دیں۔

اس سے بھی بڑھ کر یہ بات ہے کہ اسلام سرکش مانعین زکوٰۃ کے خلاف، جبکہ انہوں نے کوئی جتھا بنالیا ہو، تلوار سونٹنے اور اعلان جنگ کرنے کو بھی جائز رکھتا ہے چنانچہ خلیفہ اول حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معیت میں مانعین زکوٰۃ کے خلاف باقاعدہ جنگ کی تھی۔ اس موقع پر آپ نے یہ مشہور کلمات فرماتے تھے واللہ لا قاتلت من فرق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ، فان الزکوٰۃ حق المال، واللہ لئن منعونی عقالا کانوا یؤدّدون لرسول اللہ لقاتلتہم علیہ۔ خدا کی قسم جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا میں اس سے جنگ کروں گا کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے خدا کی قسم اگر انہوں نے مجھے ایک عقال بھی نہ دی جو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو میں اس پر ان سے جنگ کروں گا۔

علامہ ابن خزم فرماتے ہیں کہ ”زکوٰۃ نہ دینے والے کے متعلق حکم یہ ہے کہ اس سے زکوٰۃ لی جائے قطع نظر اس سے کہ وہ اسے دینا چاہے یا نہ۔ کیونکہ اگر وہ زکوٰۃ نہیں دے رہا تو وہ گویا اسلامی نظام کے خلاف برسرِ جنگ ہے، اور اگر وہ سرے سے زکوٰۃ کی فرضیت ہی سے انکار کر رہا ہے تو وہ مرتد ہے اور اگر وہ اسے چھپا رہا ہے تو وہ ایک جرم کا ارتکاب کر رہا ہے، لہذا اس کو سزا دینا یا اسے مارنا حکومت وقت پر واجب ہے یہاں تک کہ وہ زکوٰۃ لے آئے یا مر کر ہمیشہ کے لیے خدا تعالیٰ کی لعنت اور ٹھیکار کا مستحق بن جائے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میں سے جو شخص بھی کسی مُنکر کا ارتکاب ہوتا دیکھے تو اگر اس میں طاقت ہو تو اسے اپنے ہاتھ سے روک دے پس چونکہ

لے بخاری و مسلم۔

زکوٰۃ کا ادا نہ کرنا بھی ایک منکر ہے اس لیے اسے روکنا ہر صاحبِ قوت و اقتدار پر فرض ہے۔
زکوٰۃ کی اہمیت | مندرجہ بالا آیات قرآنی اور احادیث نبویؐ اس بات پر زور دیتی ہیں کہ زکوٰۃ کس
 اونچے درجے کا واجب ہے۔ یہ کوئی معمولی واجب نہیں بلکہ جیسا کہ ہم گزشتہ صفحات میں واضح کر چکے
 ہیں یہ ان پانچ ستونوں میں سے ایک ہے جن پر اسلام کی عمارت قائم ہے اور یہ معلوم ہے کہ زکوٰۃ
 اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک ہے۔ اسے ہر خاص و عام نے نقل کیا ہے اور اس کی فرضیت
 دلیل کی محتج نہیں۔ کیونکہ یہ آیات قرآنی سے بہ تکرار، سُنّتِ نبویؐ سے بالتواتر اور ساری امت کے
 اسلاف و اخلاف سے بالاجماع قطعی طور پر ثابت ہے۔

بعض محقق علماء کا کہنا ہے کہ عقلِ انسانی بھی زکوٰۃ کی فرضیت پر اسی طرح دلالت کرتی ہے جس
 طرح کہ قرآن و سنت اور اجماع اُمت کرتے ہیں۔ اس کی مندرجہ ذیل وجوہ ہیں:-

۱۔ زکوٰۃ ادا کرنا اس وجہ سے واجب ہے کہ کمزور کی اعانت ہو، بے زر کی مدد کی جائے، اور
 یہ کسی عاجز اور دراندہ شخص کو اس پر قادر کر دے کہ وہ اللہ کی طرف سے فرض کردہ چیزوں یعنی توجید اور
 عبادت کو ادا کر سکے۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ کسی فرض چیز کو ادا کرنے کا ذریعہ بھی فرض ہوتا ہے۔

۲۔ زکوٰۃ اس شخص کو گناہوں کی نجاستوں سے پاک کر دیتی ہے جو اسے ادا کرتا ہے اور اس کے
 اخلاق کو پاکیزہ کر کے اس میں جو دو گرم اور ترکِ حرص و آز کی خوریاں پیدا کر دیتی ہے۔ وہ دل جو
 فطرتاً مال و دولت کا حریص ہوتا ہے زکوٰۃ ادا کرنے سے فیاضی اور سخاوت کا عادی بن جاتا ہے
 اور امانتوں کے ادا کرنے اور مستحق لوگوں تک ان کے حقوق پہنچانے کا خوگر ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ
 کے اس فرمان میں یہ سب چیزیں شامل ہیں: **خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ**
بِهَٰذَا الذِّكْرِ ۝ ۱۰۳ ان کے مالوں میں سے ایک مقدار صدقہ کی وصول کر کے ان کو پاک کر دو اور ان کا
 تزکیہ کرو۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ثروت کو دو متمند بنا کر ان پر اپنا انعام کیا ہے اور مختلف نعمتیں اور ان کی
 اصلی ضروریات سے زائد مال دے کر انہیں خاص طور پر فضیلت بخشی ہے۔ وہ ناز و نعمت میں بڑی

شانداز زندگی سے لطف اندوز ہو رہے ہیں اور نعمت کا شکر ادا کرنا عقلی اور شرعی دونوں اعتبار سے فرض ہے۔ زکوٰۃ کا ادا کرنا ایک طرف کا شکر ان نعمت ہے لہذا فرض ہے۔

اسلام کے احکام و ضوابط میں فرضیہ زکوٰۃ کا جو مقام ہے اس کے پیش نظر ہی علماء نے کہا ہے کہ جو شخص زکوٰۃ ادا نہ کرے اور اس کے وجوب کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ اور وہ اسلام سے اس طرح نکل جاتا ہے جیسے کمان سے تیر۔

ابن قدامہ فرماتے ہیں ”جو شخص بر بنائے جہالت زکوٰۃ کے وجوب کا منکر ہو، اس کی اس لاعلمی کا سبب خواہ یہ ہو کہ وہ نیا نیا مسلمان ہو یا وہ شہروں سے دور کہیں جنگلوں میں پلاڑیا ہو، بعد میں اُسے زکوٰۃ کے وجوب کا پتا چلے تو اُسے کافر نہیں کہا جائے گا کیونکہ وہ معذور ہے۔ لیکن اگر زکوٰۃ کے وجوب کا منکر مسلمان ہو اور کسی اسلامی ملک میں اہل علم کے درمیان رہتا ہو تو وہ مرتد ہو گا۔ اس پر مرتدین کے سے احکام لاگو ہوں گے۔ اُسے تین مرتبہ توبہ کرنے کے لیے کہا جائے گا۔ اگر وہ توبہ کرے تو چھوڑ دیا جائے گا ورنہ قتل کر دیا جائے گا۔ کیونکہ وجوب زکوٰۃ کے دلائل قرآن و سنت اور اجماع امت سے بالکل واضح ہیں۔ جس شخص کا حال یہ ہو کہ وہ اسلامی ملک میں اہل علم کے درمیان رہتا ہو اُس سے قرآن و سنت کے یہ دلائل مخفی نہیں رہ سکتے۔ اگر وہ وجوب زکوٰۃ کا انکار کرتا ہے تو وہ کتاب و سنت کی تکذیب کرتا ہے اور اُن دونوں کی حقانیت سے انکار کرتا ہے۔“

زکوٰۃ ایک مقررہ حق ہے | اسلام میں زکوٰۃ ایک حق ہے یا امیر لوگوں کی گردنوں پر کمزور اور مستحق طبقوں کا قرضہ ہے۔ یوں وہ ایک مقررہ حق ہے یعنی اُس کی شرح اور مقدار مقرر ہے جسے وہ لوگ بھی جانتے ہیں جن پر زکوٰۃ واجب ہے اور وہ بھی جانتے ہیں جن پر زکوٰۃ خرچ کی جاتی ہے۔ اس حق کو مقرر کرنے والی وہ ذات ہے جس نے اپنے پرہیزگار اور نیکو کار بندوں کے بارے میں فرمایا ہے: **وَفِي آهَاتِهِمْ مَقَرٌّ لِّلْسَائِلِ وَالْمَحْدُورِ** (اُن کے مالوں میں سائل اور نادار کا حق ہے)۔ اور ایک دوسری سورۃ میں جنت میں عزت و تکریم کے مستحق نیک بندوں کے بارے میں فرمانِ خداوندی

۱۔ مَحَلّی ابنِ خُزَم، جلد ۶، ص ۸۷۔

حکومتیں جو ٹیکس وصول کرتی ہیں وہ اگر کافی مدت تک ادا نہ کیا جائے تو ساقط ہو جاتا ہے یا اگر اس پر چند سال گزر جائیں تو وہ کم یا زیادہ ہو جاتا ہے۔ مگر زکوٰۃ مسلمان پر ایک فرض کی طرح باقی رہتی ہے۔ وہ جب تک اُسے ادا نہ کر دے، اس سے بری الذمہ نہیں ہو سکتا۔ اس کا اسلام اور ایمان صحیح و صادق نہیں ہو سکتا۔ اور وہ جیسا کہ علامہ ابن حزم کا خیال ہے، اپنی بہت سی خصوصیات کی وجہ سے دوسرے سارے قرضوں سے ممتاز و مقدم ہے۔ وہ اللہ کا حق ہے۔ محتاج کا حق ہے اور ساری سوسائٹی کا حق ہے۔

اسی طرح کسی مالدار کے مرجانے سے اس کے مال پر سے زکوٰۃ ساقط نہیں ہو جاتی اور باوجود اس کے کہ اُس نے وصیت نہ کی ہو، زکوٰۃ اس کے ترکے سے نکال لی جائے گی۔ عطاء، حسن، زہری، قتادہ، مالک، شافعی، احمد، اسحاق، ابو ثور، اور ابن منذر اسی کے قائل ہیں۔ یہ بات ہے بھی صحیح کیونکہ یہ اُس فرمانِ خداوندی سے مطابقت رکھتی ہے جو موارثت کے بارے میں قرآن مجید میں وارد ہے: **مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُؤْتِي بِهَا اَوْ دَيْنٍ (النساء-۱۲)** وراثت اس وقت تقسیم کی جائے گی جبکہ وصیت جو کی گئی وہ پوری کر دی جائے اور قرض جو میت کے ذمہ ہوا ادا کر دیا جائے۔ اس فرمانِ خداوندی میں سب قرضے شامل ہیں۔ اور زکوٰۃ علامہ ابن حزم کے بقول ایک قسم کا قرضہ ہے جو نص قرآنی کے مطابق اللہ، مساکین، فقراء اور ان لوگوں کے لیے ہے جن کے ذمے کوئی تاوان ہو۔ علامہ ابن حزم نے زکوٰۃ کے قرض کو دوسرے سارے قرضوں سے مقدم رکھنے میں مسلم کی مندرجہ ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے: ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دربار رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میری ماں مر گئی ہے درآخالیکہ اس پر ایک ماہ کے روزے واجب تھے۔ کیا میں اُس کی طرف سے یہ فرض ادا کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: اگر تمہاری ماں پر کوئی قرض ہوتا تو کیا تم اس کو ادا کرتے؟ اُس نے کہا: ہاں۔ تو آپ نے فرمایا: اللہ کا قرض اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اُسے ادا کیا جائے۔

اس سے واضح ہوا کہ مکلف زکوٰۃ کی موت زکوٰۃ کو اس سے ساقط نہیں کر دیتی اگرچہ اس کی موت اس طرح ہوتی ہو کہ وہ جہاد فی سبیل اللہ میں شریک ہو کر شہید ہو گیا ہو۔ مسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سوائے قرض کے شہید کے سب گناہ

معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص زکوٰۃ کے قرض کی ادائیگی میں دیر کرتا جائے حتیٰ کہ وہ راہِ خدا میں شہید ہو جائے تو ابنِ تیمیہ وغیرہ اس بات کے قائل ہیں کہ وہ زکوٰۃ سے بری الذمہ نہیں ہوگا۔

معلوم ہوا کہ اسلام میں زکوٰۃ ایک ثابت شدہ حق ہے جو ایک عرصہ تک ادا نہ کیا جائے یا جس پر اس کا ادا کرنا فرض ہو اسے موت آجائے تو یہ حق ساقط نہیں ہوگا بلکہ یہ مرنے والے کے ترکے سے وصول کر لی جائیگی اور یہ حق دوسرے ہر حق یا قرض پر مقدم سمجھا جائے گا۔ یوں اسلام دُورِ حاضر کے قوانین و بارہٴ نیکیس سے سنیقت لے گیا ہے جو خزانہ عامرہ کو مقروض کے مال پر ایک خاص اختیار دیتے ہیں جو اسے دوسرے قرضخواہوں پر مقدم رکھتا ہے اور جس کی رو سے اگر مقروض اپنے مال میں کسی قسم کا تصرف کرنے کی کوشش کرے تو خزانہ عامرہ اس میں اپنی مرضی سے کام لے سکتا ہے۔

اُسترا کی طریق کار اور زکوٰۃ کا فرق | اسلام کے مطابق زکوٰۃ کی ماہیت و مزاج یہ ہے کہ وہ ایک حقِ معلوم ہے اور جس ذات نے اس حق کو مقرر و متعین فرمایا ہے وہ خود اللہ تعالیٰ ہے جو انسان کا پیدا کرنے والا اور مال کا عطا کرنے والا ہے۔ جب اُسترا کثیت کے علمبردار فقر و فاقہ کے مسئلے کو اٹھاتے ہیں تو وہ سداً اعتدال سے بڑھ جاتے ہیں اور فساد و فتنہ برپا کرتے ہیں۔ وہ غریب سے کہتے ہیں کہ ”مجھے لوٹ لیا گیا ہے اور تجھے لوٹنے والا امیر ہے۔“ پھر وہ غریب کو دولت کا لالچ دے کر بھڑکاتے ہیں اور فساد برپا کر کے امیروں کا سارا مال چھین لیتے ہیں۔ حالانکہ امر واقع یہ ہے کہ ہر غریب ایسا نہیں جسے لوٹ لیا گیا ہے اور ہر امیر لیٹرایا چور نہیں، اور ہر فقیر کا قصور امیر کے ذمے نہیں ڈالا جاسکتا۔ غریبوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو اپنی غربت کے خود ذمہ دار ہیں۔ اور کچھ وہ ہیں جن تک اعتدال پسندوں کے نظریات پہنچے ہیں اور وہ بقول ڈاکٹر ابراہیم سلامہ اسلامی اصولوں اور قوانین کے تقریباً نزدیک آگئے ہیں مگر ابھی اُن تک پہنچے نہیں ہیں۔

اُسترا کثیت کے علمبردار کہتے ہیں ”امیر اور غریب کے مابین ایک تخمینی معاہدہ (APPROXIMATE CONTRACT) ہوتا ہے۔ وہ کسی کاغذ کے پرزے پر لکھا ہوا نہیں ہوتا بلکہ اشیاء کی ماہیت میں لکھا

لے دین و اخلاق از ڈاکٹر محمد ابراہیم سلامہ۔ باب انفرادی و اجتماعی اخلاق۔

ہوتا ہے۔ غریب آدمی کام کرتا ہے اور امیر آدمی کماتا ہے۔ امیر کی کمائی غریب کے کام کی وجہ سے ہے۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے اس طرح متعلق ہیں جس طرح سرمایہ اور محنت لازم ملزوم ہیں۔ اور جب نظام اجتماعی ایسا ہو کہ اس میں غریب اور امیر کے درمیان اتنا عظیم فرق و امتیاز ہو تو چونکہ امیر کے ذمے غریب کا ایک قسم کا قرض ہوتا ہے جو وقت کے ساتھ بڑھتا رہتا ہے اس لیے جب غریب کو اس کی ضرورت کا احساس ہوتا ہے تو وہ اپنے مقروض کے خلاف اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔

بادی النظر میں اس نظریے میں کچھ باتیں درست بھی معلوم ہوتی ہیں۔ مگر درحقیقت یہ نظریہ مگر اگلی اور غریب کے بسنے میں امیر کے خلاف غیظ و غضب کی آگ بھڑکانے والا ہے۔ اور اس میں امیر کے لیے یہ دھمکی موجود ہے کہ اس فرضی معاہدے کے نام پر اس کا مال بزور لے لیا جائے گا۔ اسلام کے نقطہ نظر اور اس خلق و تخمین پر مبنی غیر اسلامی نظریے کا موازنہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام کا نقطہ نظر حقیقت اور انصاف پر مبنی ہے اور یہ دوسرا نقطہ نظر غصے اور بے اعتدالی پر۔

اسلامی نظریہ میں غریب کا اس حد تک مقرر و ثابت ہے کہ اُسے "حق" کہا گیا ہے، معاہدہ نہیں کہا گیا۔ اسلام میں یہ حق معلوم ہے، غیر معلوم اور فرضی نہیں ہے۔ اسلام نے زکوٰۃ کو حقوق اللہ میں سے بھی ایک حق قرار دیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ یہ ایک انسان کا اپنے بھائی پر حق ہے۔ اللہ کا حق یہ اس بنا پر ہے کہ وہ انسان کا پیدا کرنے والا اور اس کا روزی رسا ہے، مال و دولت کا آفرینندہ اور عطا کنندہ ہے، اسی کے حکم سے کائنات کی ہر چیز انسان کی خدمت کر رہی ہے، اس لیے انسان پر اس کا شکر واجب ہے اور اللہ نے خود اس کی یہ شکل مقرر کی ہے کہ اس کا خوشحال بندہ اس کے حاجت مند بندوں کی مدد کرے۔ اور انسان کا حق یہ اس بنا پر ہے کہ امیر اور غریب انسانیت یا عقیدے یا انسانیت اور عقیدے دونوں میں باہم دگر بھائی بھائی ہیں اس لیے غریب اور حاجت مند آدمی کا اپنے خوشحال بھائی کے مال میں لازماً ایک حق ہے جسے اس کو ادا کرنا چاہیے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں کہ دو متمذ کے مال کے ساتھ فقیر بے نوا کے حق کا کیا تعلق ہے اور کیوں، جو کچھ فرمایا ہے، بہتر ہو گا اگر اس کا ذکر یہاں کر دیا جائے۔

”پہلی بات یہ ہے کہ کسی انسان کو اگر بقدر ضرورت مال مل جائے تو زیادہ حقدار ہے اس بات کا کہ اُسے اپنے قبضے میں رکھے، کیونکہ دوسرے ضرورت مندوں کی طرح اُسے بھی مال کی ضرورت ہے، اور اس صورت میں صاحب مال کا حق دوسروں پر مقدم ہے۔ البتہ جب مال اس کی ضرورت سے زائد ہو اور کوئی دوسرا حاجت مند انسان بھی موجود ہو، تو یہاں دو اسباب ایسے جمع ہو جاتے ہیں جو ایک دوسرے کی ضد ہوتے ہیں۔ جہاں تک مال کے مالک کا تعلق ہے اُس نے حصول مال میں چونکہ محنت و کوشش کی ہے اس لیے اس کا اپنے مال کے ساتھ ایک دلی تعلق ہے۔ اور جہاں تک غریب و محتاج کا تعلق ہے اُسے چونکہ مال کی ضرورت ہے اس لیے وہ بھی مال کے ساتھ ایک قسم کا تعلق رکھتا ہے۔ جب یہ دو متضاد اسباب اکٹھے ہو جاتیں تو پھر حکمت الہی کا تقاضا یہ ہے کہ ان دونوں اسباب میں ہر سبب کا امکان بھر لحاظ رکھا جائے۔ چنانچہ کہا جائے گا کہ مالک کو چونکہ اپنے مال پر حق اکتساب اور دلی تعلق کا حق حاصل ہے اور فقیر بے نوا کو صرف حق احتیاج، لہذا ہم مالک کے حق کو اس حد تک ترجیح دیں گے کہ اُسے مال کے بیشتر حصے پر قابض رہنے دیں گے اور غریب کو اس میں سے ایک حصہ دلوائیں گے تاکہ دونوں کو واحد امکان مطمئن کیا جاسکے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر کوئی مالدار اپنی اصلی ضروریات سے زائد مال کو روکے رکھے اور مال جس مقصد کے لیے پیدا کیا گیا ہے وہ اُس سے پورا نہ کیا جائے، تو یہ ایک طرح سے اللہ کی حکمت تکوینی کو ظہور پذیر ہونے سے روکنے کی کوشش ہوگی جو بالکل جائز نہیں۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ مال کا ایک حصہ غریبوں کی طرف لوٹا دیا جائے تاکہ یہ حکمت الہی معطل ہو کر نہ رہ جائے۔

تیسری بات یہ ہے کہ فقراء و مساکین اللہ کا کنبہ ہیں اور اُمراء و اعیانہ اللہ کے خزانچی ہیں، کیونکہ ان کے پاس جو مال ہے وہ سب اللہ کا ہے اور یہ بات قرین قیاس ہے کہ کوئی مالک اپنے خزانچی سے کہے کہ ”میرے خزانے میں سے کچھ مال میرے کنبے کے غریب و مساکین کو دے دے۔“

(باقی)